ہمدرد شوریٰ پاکستان

مدیر اعلیٰ: قومی صدر ہمدرد شوریٰ پاکستان
محترمہ سعدیہ راشد

نومبر 2025

جلد..........10
شمارہ:2025

موضوعِ فکر

''عالمی امن، فلسطین کی جنگ بندی، پاکستان کی خارجہ پالیسی اور اُمتِ مسلمہ کا کردار''

............نکاتِ فکر ہمدرد شوریٰ............

اجلاس کراچی	12/نومبر 2025
اجلاس پشاور	11/نومبر 2025
اجلاس راولپنڈی/ اسلام آباد	11/نومبر 2025
اجلاس لاہور	05/نومبر 2025

ترتیب و پیشکش
ایونٹس/ پروگرام/ پبلی کیشنز
ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، مرکزی دفتر کراچی
16 ویں منزل، بحریہ ٹاؤن ٹاور، پی ای سی ایچ ایس بلاک 2،
کراچی پاکستان 75400 ٹیلی فون 021-38241611

مرتب کردہ:
ڈاکٹر ثناء غوری

رپورٹ

محمد نعمان قیوم	پشاور
حیات محمد بھٹی	راولپنڈی/اسلام آباد
سید علی بخاری	لاہور
ڈاکٹر ثناء غوری	کراچی

ہمدرد شوریٰ کے اراکین کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

ہمدردشوریٰ پاکستان کے اجلاس، نومبر 2025ء موضوع بحث: ’’عالمی امن، فلسطین کی جنگ بندی، پاکستان کی خارجہ پالیسی اور اُمتِ مسلمہ کا کردار‘‘

دنیا اس وقت ایک بے مثال عالمی بحران سے گزر رہی ہے، جہاں طاقت کے توازن، انسانی حقوق، علاقائی تنازعات اور عالمی سیاست کے اثرات نہ صرف ریاستوں، بلکہ پوری انسانیت کے مستقبل کا تعین کررہے ہیں۔ فلسطین میں جاری انسانی المیہ، خطے میں جنگ بندی کی کوششیں اور عالمی طاقتوں کے بدلتے ہوئے رویے یہ حقیقت واضح کرتے ہیں کہ امن اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انصاف، اُصولی موقف اور انسانی وقار کو بنیادی حیثیت نہ دے دی جائے۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی ہمیشہ امن، توازن، سفارت کاری اور باہمی احترام کے اُصولوں پر قائم رہی ہے۔ فلسطین کے مسئلے پر مضبوط اخلاقی اور سفارتی حمایت ہو یا افغانستان اور خطے کے دیگر مما لک کے ساتھ رابطے اور تعاون، پاکستان نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا ہے کہ دیرپا امن صرف مکالمے، باہمی اعتماد، علاقائی تعاون اور عالمی برادری کی ذمے دارانہ شمولیت سے پیدا ہوسکتا ہے۔

اسی کے ساتھ، اُمتِ مسلمہ کا کردار آج پہلے سے کہیں زیادہ اہمیت اختیار کر چکا ہے۔ داخلی اختلافات، علاقائی تقسیم اور باہمی عدم اتفاق نے ایک مشترکہ اور مؤثر عالمی آواز کے قیام میں خلل ڈالا ہے، حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم مما لک انصاف، انسانی حقوق اور عالمی امن کے لیے متفق و متحد پالیسی اختیار کریں۔ فلسطین، کشمیر اور دنیا کے دیگر مظلوم خطوں کے لوگ اسی مشترکہ آواز کے منتظر ہیں۔

اس تناظر میں پیش کی جانے والی یہ رپورٹ نہ صرف عالمی امن، جنگ بندی، خارجہ پالیسی اور مسلم دنیا کے کردار کا جائزہ پیش کرتی ہے، بلکہ مستقبل کے لیے وہ رہنما اُصول بھی بیان کرتی ہے جن کی بنیاد پر ایک زیادہ منصفانہ، محفوظ اور مستحکم دنیا کا تصور ممکن ہوسکتا ہے۔

موضوع کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے، ہمدرد شوریٰ پاکستان کی قومی صدر محترمہ سعدیہ راشد صاحبہ نے ہمدردشوریٰ پاکستان کے اجلاس نومبر 2025ء کے لیے ’’عالمی امن، فلسطین کی جنگ بندی، پاکستان کی خارجہ پالیسی اور اُمتِ مسلمہ کا کردار‘‘ کوموضوعِ بحث تجویز کیا۔ اس اجلاس کا انعقاد پاکستان کے مختلف شہروں، پشاور، راولپنڈی/اسلام آباد، لاہور اور کراچی میں کیا گیا۔ مجالس کا آغاز تلاوتِ قرآن پاک سے کیا گیا۔ محترمہ سعدیہ راشد صاحبہ، قومی صدر ہمدردشوریٰ پاکستان نے اپنے پیغام میں اراکینِ شوریٰ کو غور وفکر کی دعوت دیتے ہوئے اپنے خط میں تحریر فرمایا کہ دنیا اس وقت ایک نازک موڑ پر کھڑی ہے جہاں طاقت، انصاف اور انسانی ضمیر کا امتحان ایک ساتھ جاری ہے۔ فلسطین میں حالیہ جنگ بندی یقیناً ایک اہم پیش رفت ہے، مگر سوال یہ ہے کہ کیا دیرپا امن اُس وقت تک ممکن ہے جب تک انصاف اور انسانی حرمت کو یقینی نہ بنادیا جائے؟ ظلم کی بنیاد پر امن کی عمارت کبھی مستحکم نہیں ہوسکتی۔ اُمتِ مسلمہ کے لیے یہ لمحۂ فِکر ہے کہ ہم اجتماعی طور پر کیا کردار ادا کر رہے ہیں۔ کچھ ریاستوں نے بیانات دیے، کچھ نے امدادی اقدامات کیے، مگر ابھی تک وہ مشترکہ مؤثر آواز پوری طرح اُبھر نہیں سکی جو مظلوموں کے لیے انصاف اور امن کی مضبوط ضمانت بن سکے۔ یہ خلا پُر کرنا ہم سب کی مشترکہ ذمے داری ہے۔ صرف الفاظ سے نہیں، بلکہ اتحاد، عمل اور حکمت کے ساتھ۔ پاکستان نے ہمیشہ فلسطینی عوام کے حقِ خودارادیت اور انسانی حقوق کی حمایت کی ہے۔ عالمی فورمز پر ہمارا اُصولی مؤقف یہی رہا ہے کہ پائیدار امن کے لیے جنگ بندی کے ساتھ ساتھ انصاف، مکالمہ، انسانی وقار اور اقوامِ عالم کی اجتماعی ذمے داری ناگزیر ہے۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی ہمیشہ توازن، امن اور باہمی احترام پر مبنی رہی ہے۔ چاہے تعلقات امریکہ، چین، روس یا علاقائی مما لک کے ساتھ ہوں۔ افغانستان کی صورتحال بھی خطے کے امن و استحکام سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔ افغان عوام کی خوشحالی اور امن، نہ صرف افغانستان، بلکہ پورے خطے، خصوصاً پاکستان کے مستقبل اور ترقی کی ضمانت ہے۔ اسی لیے پاکستان نے ہمیشہ رابطے، تعاون اور مشترکہ ترقی کے اُصولوں پر عمل کیا ہے، آخرکار سوال یہ ہے کہ کیا ہم بطور اُمت اپنی داخلی تقسیم سے بالاتر ہو کر ایک ایسا مشترکہ کردار ادا کرسکتے ہیں جو دنیا کو یہ بتا سکے کہ امن، عدل اور انسانی وقار نہ صرف ایک خواب ہیں بلکہ قابلِ حصول حقیقت بھی ہیں؟ اسی جذبے کے ساتھ، میں آپ سے بصد احترام درخواست کرتی ہوں کہ اس اجلاس میں شرکت اور اظہارِ خیال فرما کر عالمی امن کے فروغ اور ایک بہتر دنیا کی تشکیل کی اس کوشش میں ہمارا ساتھ دیں۔

ہمدردشوریٰ (کراچی) اجلاس

ہمدردشوریٰ (کراچی) کا اجلاس صدر ہمدرد شوریٰ پاکستان محترمہ سعدیہ راشد کی زیرِ صدارت منعقد کیا گیا۔ اجلاس میں محترم جنرل (ر) معین الدین حیدر (اسپیکر)، محترم کرنل (ر) مختار احمد بٹ (ڈپٹی اسپیکر)، محترم ظفر اقبال، محترمہ ڈاکٹر حنا خان، محترمہ پروفیسر ڈاکٹر نسرین افضل، محترم امجد علی جعفری، محترم ابن الحسن رضوری، محترم سید مظفر اعجاز، محترم مبشر میر، محترم برگیڈیر (ر) طارق خیل، محترم عبدالحسیب خان،

محترم حکیم عبدالحنان، محترم بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر ریاض الحق، محترم عثمان دموہی، محترم ڈاکٹر محمد عامر طاسین، محترم انجینئر انوار ایچ صدیقی، محترم سید افضل حمید اور ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان سینئر منیجر پروگرامز اینڈ ایونٹس محترمہ ڈاکٹر ثناء غوری صاحبہ نے شرکت فرمائی۔ محترمہ پروفیسر ڈاکٹر شاہدہ وزارت کو بہ طور مہمان مقرر اجلاس میں مدعو کیا گیا۔ محترمہ شاہدہ وزارت نے اپنے کلیدی خطاب میں فرمایا کہ دنیا اس وقت جن گہرے بحرانوں کا سامنا کر رہی ہے، ان میں سب سے سنگین مسئلہ عالمی امن کا انہدام، فلسطین میں جاری ظلم اور طاقت کے توازن پر کھڑی وہی نوآبادیاتی سوچ ہے جس نے تیسری دنیا کے ممالک کو صدیوں تک محکوم رکھا۔ آج بھی اُمتِ مسلمہ کی تقسیم، پاکستان کی خارجہ پالیسی کی پیچیدگیاں اور عالمی طاقتوں کی ترجیحات اسی پرانے نوآبادیاتی ڈھانچے کا تسلسل محسوس ہوتی ہیں۔ اصل سوال یہ ہے کہ ہم مسلسل تقسیم کا شکار کیوں ہیں اور ترقی پذیر ممالک کو باہم دست و گریباں رکھنے کی حکمتِ عملی آخر کس طرح کام کرتی ہے؟

تاریخ کے ورق اس حقیقت سے بھرے ہوئے ہیں کہ تقسیم کوئی حادثہ نہیں تھی، بلکہ باقاعدہ حکمتِ عملی تھی۔ برصغیر میں برطانوی آمد کے بعد مذہبی، نسلی اور لسانی تقسیم کو جس منصوبہ بندی کے ساتھ پروان چڑھایا گیا، وہ صرف اسی خطے تک محدود نہ تھا۔ پوری دنیا میں جہاں جہاں نوآبادیاتی قوتوں نے قدم جمائے، وہاں ایسے تنازعات چھوڑے گئے جو خودمختاری کے بعد بھی برسوں برقرار رہے۔ کشمیر، فلسطین، افریقی ریاستیں، مشرقِ وسطیٰ اور لاطینی امریکہ اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔ یہی ’’Divide and Rule‘‘ کی پالیسی بعد از نوآبادیاتی دور میں بھی مختلف شکلوں میں رائج رہی، کبھی براہ راست، کبھی سفارتی دباؤ اور کبھی معاشی جکڑ بندی کے ذریعے۔

پاکستان کی داخلی سیاسی تقسیم اور خطے کی صورتحال بھی اسی پس منظر کا تسلسل ہے۔ لال مسجد جیسے واقعات بارہا اس بات کی مثال بنے کہ داخلی تنازعات کو بات چیت سے حل کرنے کی کوشش کبھی کامیابی کی دہلیز تک پہنچ کر بھی بیرونی دباؤ کا شکار ہو جاتی ہے۔ کئی مواقع پر مذاکرات آخری مرحلے میں پہنچ کر رک گئے اور اس کے نتائج آج بھی ملک بھگت رہا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر وزارت کے مطابق ایسے واقعات میں بیرونی طاقتیں تصادم کو ترجیح دیتی ہیں، تاکہ ہمارے معاشروں میں بے اعتمادی اور انتشار برقرار رہے۔ اعلیٰ سطح پر کیے گئے فیصلے، جن کی بنیاد کبھی زمینی حقائق پر نہیں ہوتی، ملکوں کو طویل عدم استحکام سے دوچار کر دیتے ہیں۔

افغانستان کی مثال بھی ہمارے سامنے ہے۔ 2021ء میں نیٹو افواج کے انخلا کے بعد خطے میں طاقت کا خلا پیدا ہوا۔ اس وقت پاکستان، چین، روس اور ایران کے درمیان فوری سفارتی رابطہ کاری کی ضرورت تھی، تاکہ ماحول کو دوبارہ کسی پراکسی جنگ کی طرف دھکیلا نہ جائے، مگر باہمی مشاورت اور علاقائی حکمتِ عملی کے فقدان نے وہی حالات دوبارہ جنم دیے جن کی وجہ سے جنوبی ایشیا دہائیوں تک عدم استحکام کا شکار رہا۔ بیرونی طاقتوں نے ہمیشہ اس خطے کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کیا ہے اور ہماری کمزور سیاسی ترجیحات نے اس آگ کو مزید بھڑکایا۔

عالمی نظام کی بنیادی خامی یہ ہے کہ طاقت کے مراکز جنگ اور تنازعات سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اسلحہ ساز ممالک کے لیے تیسری دنیا کی جنگیں خوشحالی کا ذریعہ بنتی ہیں، جبکہ ترقی پذیر معاشرے تباہی، بھوک، بیروزگاری اور معاشی زوال کے بوجھ تلے دب جاتے ہیں۔ یہی وہ نظام ہے جس نے فلسطین میں معصوم بچوں کی گردنوں پر گھٹنے رکھے جانے کو معمول بنا دیا اور مقبوضہ کشمیر کے نوجوانوں کی بینائی چھین لینے کو ’’تشدد مخالف کارروائی‘‘ قرار دیا۔ یہ وہ عالمی ڈھانچہ ہے جس میں ظلم کو قانونی جواز مل جاتا ہے اور انصاف محض نعروں میں گم ہو جاتا ہے۔

اس کے برعکس کچھ نئے بین الاقوامی ماڈلز۔ خصوصاً چین کا بیلٹ اینڈ روڈ انیشی ایٹو۔ اس استحصالی نظام کی نفی کرتے ہیں۔ یہ محض انفرا سٹرکچر ترقی کا منصوبہ نہیں، بلکہ معاشی تعاون کا ایسا ماڈل ہے جس میں دونوں فریقین یکساں طور پر فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ سرمایہ کاری بڑھتی ہے، روزگار کے مواقع پیدا ہوتے ہیں اور ترقی پذیر ممالک اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی دنیا اور ان کے خطے میں موجود اتحادی اس اقدام کی شدید مخالفت کر رہے ہیں، کیوں کہ انہیں احساس ہے کہ اگر ایشیائی اور افریقی ممالک معاشی طور پر مستحکم ہو گئے تو عالمی طاقت کا توازن تبدیل ہو جائے گا۔

پاکستان کی معاشی بربادی بھی اسی فرسودہ عالمی ڈھانچے کا نتیجہ ہے۔ قرضوں کے نام پر مسلط کی جانے والی معاشی پابندیوں اور شرائط نے ہماری صنعت، روزگار اور پیداواری صلاحیت کو بری طرح متاثر کیا۔ لاکھوں افراد بیروزگار ہوئے، صنعتیں بند ہوئیں، غربت میں اضافہ ہوا اور ملک مزید معاشی انحصار کی دلدل میں دھنس گیا۔ جب تک فیصلہ سازی حقیقی قومی مفاد پر مبنی نہیں ہوگی اور جب تک قیادت خالصتاً پاکستان کے لیے سوچنے کی اہلیت پیدا نہیں کرے گی، امن، انصاف اور معاشی استحکام خواب ہی رہیں گے۔

اُمتِ مسلمہ اگر داخلی انتشار سے نکل آئے، اگر علاقائی ملک اپنے حقیقی مفادات کو پہچان کر باہمی اتحاد کی بنیاد رکھیں اور اگر تقسیم کی اس پالیسی کو رد کر کے مشترکہ حکمتِ عملی اختیار کر لیں تو دنیا کو امن، عدل اور انصاف کا ایک نیا نمونہ دیا جا سکتا ہے۔ تقسیم کا خاتمہ

ہی اصل قوت ہے اور تقسیم سے بالاتر سوچنے والی قیادت ہی وہ تبدیلی لا سکتی ہے جس کی آج دنیا کو شدید ضرورت ہے۔

موضوع کا تفصیلی جائزہ اور تبادلۂ خیال کے لیے اسپیکر نے فاضل اراکین شوریٰ کو اظہارِ خیال کی دعوت دی ان کی بحث اور تبادلۂ خیال سے مندرجہ ذیل نکات مرتب ہوئے ہیں۔

☆ ترقی پذیر ممالک داخلی تقسیم ختم کر کے باہمی اعتماد اور مشترکہ مفادات پر اتحاد قائم کریں۔

☆ علاقائی تنازعات طاقت سے نہیں، مکالمے اور سفارت کاری سے حل کیے جائیں۔

☆ بیرونی دباؤ سے آزاد ہو کر ممالک اپنے فیصلے خود کریں اور مشترکہ حکمتِ عملی اپنائیں۔

☆ ہر ریاست اپنی خارجہ پالیسی کو قومی مفاد کے تابع رکھے، کسی دوسری طاقت کے زیرِ اثر نہ ہو۔

☆ ہمسایہ ممالک کے ساتھ براہِ راست اور مسلسل سفارتی روابط سے خطے میں امن کو مضبوط بنایا جائے۔

☆ افغانستان جیسے تجربات بتاتے ہیں کہ خلا نہ چھوڑا جائے، تاکہ بیرونی قوتیں فائدہ نہ اُٹھا سکیں۔

☆ ترقی پذیر ممالک معاشی خودمختاری حاصل کریں۔ انفراسٹرکچر، سرمایہ کاری اور روزگار کے مواقع بڑھائیں۔

☆ باہمی معاشی تعاون اور مشترکہ فائدے کے منصوبوں کو فروغ دے کر جنگ کے بجائے خوشحالی کا راستہ اختیار کیا جائے۔

☆ فلسطین، کشمیر اور دیگر مقبوضہ علاقوں کے لیے سفارتی، معاشی اور اخلاقی طور پر مضبوط مشترکہ موقف اپنایا جائے۔

☆ دنیا کے دوہرے معیار کا مقابلہ کرنے کے لیے اُمتِ مسلمہ اور امن پسند ممالک انسانی اُصولوں پر مبنی متحدہ پالیسی اختیار کریں۔

☆ پاکستان مؤثر، خودمختار اور وسیع خارجہ پالیسی اپنائے اور اپنے اصل دوستوں سے دیرپا تعلقات مضبوط کرے۔

☆ داخلی استحکام، دیانت دار قیادت اور شفافیت ہی عالمی امن، ترقی اور انصاف کی مضبوط بنیاد بن سکتی ہے

☆ ریاستی پالیسیاں زمینی حقائق کے مطابق بنائی جائیں اور ان کا جائزہ بھی اسی تناظر میں لیا جائے۔

☆ فلسطین جیسے عالمی مسائل کو طاقت کے کھیل کے بجائے منصفانہ عالمی نظام کے تحت حل کیا جائے۔

☆ داخلی فرقہ واریت اور نظریاتی تقسیم ختم کر کے معاشرتی رواداری کو بنیادی اصول بنایا جائے۔

☆ قومی وحدت، فکری استحکام اور خودمختار خارجہ پالیسی کے ذریعے بیرونی مداخلت کے امکانات کو کم کیا جائے۔

☆ جمہوری عمل کو شفاف بنایا جائے، تاکہ پارلیمنٹ حقیقی اجتماعی دانش کی نمائندگی کر سکے۔

☆ اداروں کے درمیان اعتماد بحال کیا جائے اور اختیارات کی واضح حد بندی کی جائے۔

☆ خارجہ پالیسی کو مستقل اور قومی مفاد پر مبنی بنایا جائے، تاکہ عالمی سطح پر پاکستان کی ساکھ مضبوط ہو۔

☆ فلسطین کے مسئلے پر سفارتی کوششوں کو مربوط کیا جائے اور عالمی فورمز پر مؤثر آواز اُٹھائی جائے۔

☆ اُمتِ مسلمہ کے ساتھ عملی تعاون بڑھایا جائے صرف بیانات تک محدود نہ رہا جائے۔

☆ اندرونی انتشار کم کیا جائے، تاکہ بین الاقوامی کردار کی گنجائش پیدا ہو۔

☆ معاشی استحکام کو ترجیح دی جائے، کیوں کہ مضبوط معاشی بنیاد عالمی کردار کو تقویت دیتی ہے۔

☆ قومی وحدت اور ہم آہنگی کو فروغ دیا جائے، تاکہ عالمی سطح پر پاکستان متحد قوم کے طور پر سامنے آئے۔

☆ فیصلہ سازی میں شفافیت اور جوابدہی لائی جائے، تاکہ دنیا پاکستان پر اعتماد کر سکے۔

☆ انفارمیشن اور میڈیا حکمتِ عملی بہتر کی جائے، تاکہ پاکستان اپنا مؤقف دنیا تک واضح طور پر پہنچا سکے۔

☆ بین الاقوامی امن مشنز اور انسانی حقوق کے معاملات میں فعال کردار ادا کیا جائے، تاکہ پاکستان کی اخلاقی پوزیشن مضبوط ہو۔

☆ اداروں کے درمیان اعتماد اور ہم آہنگی کو فروغ دینا ریاستی فیصلوں کی مضبوطی کے لیے ضروری ہے۔

☆ خارجہ پالیسی کو بیرونی دباؤ سے آزاد اور خالصتاً قومی مفاد کے مطابق تشکیل دینا چاہیے۔

☆ پاکستان کو سفارتی سطح پر فلسطین کے مسئلے پر زیادہ فعال، مربوط اور مسلسل حکمتِ عملی اپنانی چاہیے۔

☆ امتِ مسلمہ کے ممالک کے درمیان حقیقی اتحاد اور مشترکہ مؤقف پیدا کرنا عالمی امن کے لیے اہم قدم ہو سکتا ہے۔

☆ عالمی امن کے لیے مکالمے، سفارت کاری اور انسانی حقوق پر مبنی پالیسیوں کو ترجیح دینا ضروری ہے۔

☆ قومی قیادت کی دیانت، حب الوطنی اور شفافیت مضبوط ریاست کی بنیاد رکھ سکتی ہے۔

☆ معاشی خودمختاری کے لیے مؤثر معاشی اصلاحات اور بیرونی انحصار میں کمی ضروری ہے۔

☆ تعلیمی اور فکری سطح پر قوم کو متحد کرنے کے لیے مثبت بیانیہ تشکیل دیا جانا چاہیے۔

☆ پارلیمنٹ اور جمہوری اداروں کو مستحکم کرنا خارجہ و داخلہ پالیسیوں میں مستقل مزاجی پیدا کرے گا۔

☆ اُمتِ مسلمہ میں پاکستان کو پُل کا کردار ادا کرتے ہوئے ممالک کے درمیان تعاون بڑھانا چاہیے۔

☆ انسانی بحرانوں، خصوصاً فلسطین پر عالمی فورمز میں مضبوط، واضح اور مسلسل آواز اُٹھانا ضروری ہے۔

☆ میڈیا اور دانشور طبقے کو عوام میں امن، اتحاد اور حقیقت پسندانہ سوچ کو فروغ دینے میں کردار

ادا کرنا ہوگا۔

☆باہمی معاشی منصوبوں، علاقائی تعاون اور مشترکہ ترقی کی پالیسیاں عالمی تنازعات کم کرنے میں مددگار ہوسکتی ہیں۔

☆نوجوانوں اور سول سوسائٹی کو عالمی امن، انصاف اور قومی یکجہتی کے بیانیے میں شامل کرنا ضروری ہے۔

ہمدرد شوریٰ (پشاور) اجلاس

ہمدرد شوریٰ (پشاور) کے اجلاس میں محترم ڈپٹی اسپیکر سید مشتاق حسین شاہ بخاری، ڈاکٹر اقبال خلیل، پروفیسر حامد محمود، قاری شاہد اعظم، ڈاکٹر صادق الرحمٰن، ڈاکٹر سعید انور، ملک لیاقت علی تبسم، حاجی غلام مصطفٰی اور ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان (پشاور) سے محترم محمد خالد اور محترم عابد شاہ نے شرکت کی۔ اجلاس میں محترم پروفیسر ڈاکٹر فخر الاسلام (سابق اسپیکر ہمدرد شوریٰ پشاور اور سابق ڈائریکٹر پاکستان اسٹڈی سینٹر، یونی ورسٹی آف پشاور) کو بہ طور مہمانِ مقرر مدعو کیا گیا۔ مہمانِ مقرر محترم پروفیسر ڈاکٹر فخر الاسلام نے اپنے کلیدی خطاب میں مذکورہ موضوع پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ فلسطین کا مسئلہ محض ایک سیاسی تنازع نہیں، بلکہ تاریخ، تہذیب، اخلاقی اُصولوں اور انسانی وقار کا ایک طویل المیہ ہے۔ محترمہ سعدیہ راشد صاحبہ کے خط کا حوالہ دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ ''اصل سوال یہ ہے کہ کیا ہم بطور امت اپنی داخلی تقسیم سے بالاتر ہو کر وہ مشترکہ کردار ادا کر سکتے ہیں جو دنیا کے سامنے یہ ثابت کرے کہ امن، عدل اور انسانی وقار صرف خواب نہیں، بلکہ قابلِ حصول حقیقت بھی ہیں۔'' انھوں نے اسرائیل کے تاریخی دعووں کے حوالے سے کہا کہ اگر ہزاروں سال پہلے کی کسی آریا نسل کو آج پشاور پر حق جتانے کا اختیار نہیں تو پھر اسرائیل کا فلسطین پر قبضے کا بھی کوئی جواز نہیں ہے۔ کسی قدیم تعلق کی بنیاد پر آج کی آبادی کو زبردستی بے گھر کرنا کسی اُصول، کسی اخلاق اور کسی قانون کے تحت جائز نہیں ہوسکتا۔ فلسطینیوں کے ساتھ ہونے والی زیادتی بھی اسی اخلاقی ناپائیداری کی عملی مثال ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ 1917ء میں برطانوی حکومت نے بالفلور اعلامیہ کے ذریعے فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کی بنیاد ڈال دی تھی اور پہلی جنگِ عظیم کے بعد لیگ آف نیشن نے فلسطین کو برطانوی تحویل میں دیا، جہاں برطانوی سرپرستی میں صیہونی گروہ مقامی آبادی کو بے دخل کرتے رہے۔ سات علاقوں میں سے چھے تو آزاد ریاستیں بن گئیں، مگر فلسطین آج تک اپنی ریاست سے محروم ہے، کیوں کہ اس کے راستے میں خود برطانیہ نے دیواریں کھڑی کیں۔ پروفیسر صاحب نے کہا کہ فلسطینی مزاحمت کی شمع کو پہلے فلسطینی لبریشن آرگنائزیشن اور پھر 1987ء میں تشکیل پانے والی حماس نے روشن رکھا۔ حماس نے نوجوان نسل کی تربیت کی اور ثابت کیا کہ ناانصافی کے مقابلے میں کمزور سے کمزور قوم بھی مضبوط جذبے کے ساتھ کھڑی ہوسکتی ہے۔ 7 اکتوبر 2023ء کا واقعہ اسرائیل کے ناقابلِ شکست ہونے کے تصور کو لرزا گیا، اگرچہ جنگ بندی کے باوجود اسرائیلی جارحیت کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ انھوں نے ابراہم ایکارڈز کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ گزشتہ برسوں میں کئی عرب ممالک اسرائیل کے ساتھ خفیہ مذاکرات کرتے رہے ہیں، جن کا مقصد خطے میں اسرائیل کے لیے راستے ہموار کرنا اور ایران کے اثرات کا خاتمہ تھا۔ 2020ء کے معاہدوں کے بعد یو اے ای، بحرین، مراکش اور سوڈان نے اسرائیل کو تسلیم کیا۔ اگر اس دوڑ میں سعودی عرب بھی شامل ہو جاتا تو مسلمانوں کے لیے یہ ایک بہت بڑا نقصان ہوتا۔ طوفانِ اقصیٰ نے وقتی طور پر اس عمل کو روک دیا، مگر حقیقت یہی ہے کہ 57 میں سے 12 مسلم ممالک اسرائیل کو تسلیم کر چکے ہیں اور یہ اُمت کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ اُن کا کہنا تھا کہ علاقائی استحکام کے لیے اُمتِ مسلمہ کا اتحاد ضروری ہے، آج اُمتِ مسلمہ کے زوال کی سب سے بڑی وجہ اتحاد کا فقدان ہے، اگر مسلمان متحد ہو کر کھڑے ہوتے تو آج فلسطین میں معصوم بچوں، عورتوں اور بزرگوں پر ہونے والا ظلم وستم جاری نہ رہتا۔ اسرائیل کی طاقت اس کے ہتھیاروں میں نہیں، بلکہ مغربی ممالک، خاص طور پر امریکہ کی پشت پناہی میں ہے، جبکہ فلسطین عالمی ضمیر کی غفلت کا شکار ہے۔ پاکستان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہمسایہ ممالک سے بہتر تعلقات قائم کرے، کیوں کہ علاقائی امن ہی ملکی استحکام اور معیشت کی بہتری میں کلیدی کردار ادا کرسکتا ہے۔

اُنھوں نے افغانستان کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ افغانستان کی پرانی خانہ جنگیوں کا ذمے دار پاکستان نہیں ہے۔ آج بھی پاکستان پر حملے کرنے والے گروہ افغان سرزمین سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ پاکستان کا یہ مطالبہ جائز ہے کہ افغانستان ایسے گروہوں کو روکے یا ان کے خلاف کارروائی کرے، مگر بدقسمتی سے اس معاملے میں پیش رفت نہیں ہو رہی۔ قطر اور ترکی کی کوششوں کے باوجود مذاکرات نتیجہ خیز ثابت نہیں ہو سکے۔ پروفیسر ڈاکٹر فخر الاسلام صاحب نے کہا کہ چاہے مسئلہ فلسطین ہو یا افغانستان، اصل ضرورت اتحاد کی ہے۔ جب تک مسلمان اپنے باہمی اختلافات کو پسِ پُشت ڈال کر اجتماعی سوچ اختیار نہیں کرتے، تب تک امن ممکن نہیں۔

موضوع کا تفصیلی جائزہ اور تبادلۂ خیال کے لیے اسپیکر نے فاضل اراکین شوریٰ کو اظہارِ خیال کی دعوت دی ان کی بحث اور تبادلۂ خیال سے مندرجہ ذیل نکات مرتب ہوئے ہیں۔

☆ اسرائیل اور فلسطین کے مسئلے میں ایک طرف طاقت کے گھمنڈ میں ڈوبا ہوا فریق ہے، جبکہ دوسری جانب ایک مظلوم اور نہتی قوم کھڑی ہے جو صرف اللہ کے سہارے ڈٹی ہوئی ہے۔ ہمیں ان کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، اللہ ہی ان کا مددگار ہے۔ یہ بڑی آزمائش ہے اور اللہ نے انہیں غیر معمولی استقامت عطا کی ہے۔ افغانستان کے معاملے میں صورتحال خراب ہے، بارڈر بند ہے اور ٹرک رُکے ہوئے ہیں۔ جبکہ تاجروں اور صوبے کے عوام کو بھاری نقصان ہو رہا ہے۔ افغانستان کے مسئلے کا حل صرف مذاکرات کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ یہ معاملہ حکمت، بردباری اور مصلحت کا تقاضا کرتا ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان کوئی بھی تصادم نہایت خطرناک ہوگا اور ایسی صورت میں سب سے زیادہ فائدہ بھارت کو پہنچے گا۔

☆ معاملات کا حل بات چیت میں ہی ہے، عالمی امن تب ممکن ہوگا جب سمجھدار لوگ بیٹھیں گے اور طے کریں گے، اس کے بعد فیصلہ ہوگا، فلسطین کی جنگ بندی اللہ کے فضل و کرم سے ہی ہو سکتی ہے۔ اللہ ہماری مشکلات کو آسانیوں میں بدل دے۔

☆ مسلمان ہمیشہ ریاست فلسطین کا لفظ استعمال کرتے ہیں یہ مقبوضہ فلسطین ہے، یہ ریاست اسرائیل نہیں ہے، یہ اُنھوں نے قبضہ کیا ہے، آئندہ جب بھی اسرائیل کا لفظ استعمال کریں تو مقبوضہ فلسطین کا لفظ ضرور شامل کریں۔ امن معاہدے اکثر راہِ فرار کی کوشش کے طور پر سامنے آتے ہیں، لیکن اصل ضرورت ہے طاقت اور خودمختاری کی۔ دنیا کے کئی ممالک نے اپنی مضبوط کرنسیاں قائم کر رکھی ہیں، تو کیا مسلمان بھی اپنی سنگل کرنسی کے بغیر رہ سکتے ہیں؟ ایک مشترکہ دفاع، سنگل کرنسی اور آزاد میڈیا اتھارٹی ہونی چاہیے۔

☆ امن معاہدوں کا کوئی فائدہ نہیں، یہ صرف اپنے لیے نکلنے کا راستہ بنا رہے ہیں، ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع کرنی چاہیے، انشاءاللہ، اللہ غیبی مدد فرمائے گا، یہ دین غالب ہو کر رہے گا، یہود و نصاریٰ، اسرائیل ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔

☆ اس میں شک نہیں کہ حالات مایوس کن ہیں، حکومت کے اقدامات آپ کے سامنے ہیں، دیگر ممالک کی پالیسیوں پر ہمارا کنٹرول نہیں ہے۔ افغانستان ہمارا بھائی ہے، پڑوسی ہے، لیکن ریاستی سطح پر وہ پاکستان کے حق میں نہیں ہے، اسی طرح ہندوستان بھی ہے، ہماری پالیسیاں دوسرے ممالک کے لیے خیر خواہی کا درجہ رکھتی ہیں۔ ہم نہ اسرائیل کو تسلیم کریں گے اور نہ ہی افغانستان کے ساتھ جنگ کی طرف جائیں گے۔ ہماری راہِ عمل استقامت، صبر اور امن کی بنیاد پر ہے۔

☆ دونوں ہی مسائل نہایت سنگین نوعیت کے ہیں چاہے فلسطین کا المیہ ہو یا افغانستان کی بدلتی ہوئی صورتِ حال۔ افغان حکومت اس وقت ایسے رویوں کا اظہار کر رہی ہے جو خطے میں بھارتی اثر و رسوخ کو بڑھانے کا ذریعہ بن رہے ہیں اور یہ طرزِ عمل مسلم دنیا کے لیے مزید پیچیدگیاں پیدا کرتا ہے۔ کوئی بھی نہیں چاہتا کہ مسلمان ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہوں یا آپس کی کشیدگی کسی بڑے بحران کی شکل اختیار کرے، مگر بدقسمتی سے خطے کی سیاست میں ایسے عناصر سرگرم ہیں جو باہمی اختلافات کو ہوا دے رہے ہیں۔ فلسطین کے معاملے پر عالمی طاقتیں محض تماشائی بنی ہوئی ہیں، جبکہ غزہ کے لوگوں نے اپنے عزم، صبر اور استقامت سے ثابت کیا ہے کہ مضبوطی ہی ان کی اصل قوت ہے۔ یہی ثابت قدمی ان کی کامیابی اور بقاء کی بنیاد بنے گی۔ مسلم دنیا کے لیے واحد راستہ یہی ہے کہ وہ اتحاد اور یکجہتی کو مضبوط کرے، کیوں کہ اسلامی ممالک کا متحد ہونا ہی خطے کے دیرپا امن اور مظلوم اقوام کی حقیقی مدد کا واحد حل ہے۔

ہمدرد شوریٰ (راولپنڈی/ اسلام آباد) اجلاس

ہمدرد شوریٰ (راولپنڈی/ اسلام آباد) کے اجلاس میں محترم پروفیسر نیاز عرفان (اسپیکر)، محترم اسلام الدین قریشی، محترم انجینئر مظفر اقبال، محترم حکیم بشیر بھیروی، محترم امتیاز حیدر، محترمہ سلمیٰ قاصر، محترم نعیم اکرم قریشی، محترم ڈاکٹر محمود الرحمٰن اور ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان (راولپنڈی / اسلام آباد) سے محترم حیات بھٹی اور محترم امان نیازی نے شرکت کی۔ اجلاس میں محترم ڈاکٹر اسلم خاکی (معروف قانون داں) کو بہ طور مہمان مقرر مدعو کیا گیا۔

موضوع کا تفصیلی جائزہ اور تبادلۂ خیال کے بعد مہمان مقرر اور فاضل اراکین شوریٰ کی آراء سے مندرجہ ذیل نکات مرتب کیے گئے۔

☆ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اسلام اہلِ ایمان کو غیر مسلموں کے ساتھ رواداری پر مبنی رویہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ہمارے آئین میں ذکر ہے کہ پاکستان نے مسلم ممالک کے ساتھ تعلقات کو بہتر استوار کرنا ہے اور ان کے ساتھ متوازن ہو کر چلنا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے کہ ''یہود و نصاریٰ تمہارے کبھی دوست نہیں ہو سکتے''، لیکن اہلِ کتاب ہونے کے ناطے اُن سے سفارتی تعلقات قائم رکھ سکتے ہیں۔ تاریخِ اسلام شاہد ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اہلِ کتاب کو دیگر غیر مسلموں پر فوقیت دی اور ہر شعبے میں ان کے ساتھ محض اہلِ کتاب ہونے کی بنا پر دوستانہ اور ہمدردانہ روّیہ اپنایا۔ اسلام نے ہمیشہ امن کا درس دیا ہے۔ اسلام نے مظلوم کے لیے صرف آواز اُٹھانے کے لیے نہیں کہا، بلکہ عملی طور پر مظلوم کے ساتھ کھڑا ہونے کا حکم دیا ہے۔ جس قوم میں انسانی ہمدردی نہیں وہ چاہے کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں ان کے جینے کا کوئی مقصد نہیں۔ جو قوم یا کوئی شخص کسی مظلوم کے ساتھ نہیں ٹھہرے گا اُس کا

کوئی حق نہیں کہ وہ مسجد کے اندر راتیں گزارے اور اپنے آپ کو نیک اور پارسا سمجھے۔ مسلم اُمہّ کو ہر مظلوم ملک کے ساتھ کھڑا ہونا پڑے گا چاہے وہ پاکستان ہو یا فلسطین، کوئی بھی اسلامی ملک ہو ہمیں اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنا ہوگا، کیوں کہ مسئلہ فلسطین کے منصفانہ حل تک مشرقِ وسطیٰ میں امن قائم نہیں ہوسکتا اور نتیجتاً مسلم دنیا امن وسلامتی کی منزل حاصل نہیں کرسکتی۔ آج فلسطین کی جنگ بندی اور عالمی امن کے لیے مسلم اُمہّ کا اتحاد ضروری ہے جس کے لیے بالخصوص OIC اور عرب لیگ کو باہمی فوری اقدامات کرنے ہوں گے، کیوں کہ فلسطین صرف فلسطینیوں کا ہی نہیں، بلکہ پوری اُمتِ مسلمہّ کا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ پوری مسلم قیادت بغیر کسی سمجھوتے یا بیرونی دباؤ کے متحد ہو کر ایک مربوط پالیسی اپناتے ہوئے مسئلہ فلسطین پر عملاً آواز اُٹھائے اور دنیا میں امن کے قیام کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔

☆ فلسطین کا جرم صرف اتنا ہے کہ وہ مسلمان ریاست ہے اور اس پر ستم ہے کہ 52 اسلامی ریاستوں کا حصہ ہونے کے باوجود بھی فلسطین تنِ تنہا ہے۔ آج غزہ میں 70 ہزار سے زائد افراد مظلومیت کا شکار ہوئے ہیں۔ قتل اور خون ریزی کا معاہدہ، امن کا معاہدہ کہلوایا گیا۔ کسی بھی اسلامی ملک میں کوئی ایک بھی حسینؓ، ایوبی پیدا نہیں ہوا جو فلسطین کی دلجوئی کر سکے۔ سب مسلم ممالک منافق کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ کاش، اے کاش! کوئی ایک اسلامی ملک تو اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دے دے کوئی تو پہلا قطرہ بننے کی سعادت حاصل کر لے۔ یاد رکھیے اگر ظلم و بربرّیت پر آپ صرف ایک لمحہ بھی خاموش تماشائی بنے بیٹھے رہے تو آپ کے اُس ایک لمحے کا شمار زندوں میں نہیں، بلکہ مُردوں میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہمارے حکمرانوں کو ہدایت عطا فرمائے، تا کہ کل ہمارا نام بھی شہیدوں کی صف میں شامل ہو سکے آمین۔

☆ آج مسلم اُمہّ بالکل متفرق ہے کسی بھی اسلامی ملک میں اتفاق نہیں ہے۔ فلسطین آج شدید مظلومیت کا شکار ہے۔ پاکستان کی طرف سے بھی کوئی بھی امدادی سامان کے ٹرک اُن تک نہیں پہنچے۔ غزہ میں بھوک افلاس شدت کو پہنچ چکی ہے۔ روز بروز شہادتیں بڑھ رہی ہیں۔ ایک چھوٹا سا یہودی ملک اسرائیل آج مسلمِ اُمہّ کے لیے وبالِ جان بنا ہوا ہے۔ یہودی سب متحد ہیں لیکن مسلمِ اُمہّ کے لیے پیغام باعثِ شرمندگی ہے۔ پاکستانی قوم اور حکمرانوں کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قائداعظم محمد علی جناح آزاد اور خود مختار فلسطین کے حامی تھے اور انھوں نے ڈنکے کی چوٹ پر اپنا نقطۂ نظر بیان کر دیا تھا'' قائد نے فرمایا تھا کہ اسرائیل ایک ناجائز ریاست ہے اور مسلمِ اُمہّ کے قلب میں گھونپا گیا خنجر ہے، جسے پاکستان کبھی تسلیم نہیں کرے گا۔''

☆ اللہ تعالیٰ انصاف اور بھلائی کا حکم دیتا ہے۔ اس موضوع کا تعلق کسی خطے یا صرف خارجہ پالیسی سے ہی نہیں، بلکہ پوری انسانیت کے ضمیر کا امتحان ہے۔ طاقت کو قانون کے تابع رکھ کر انصاف کو اہمیت دی جائے۔ آج طاقتور ممالک انصاف کے بجائے اپنے مفادات کے پیشِ نظر فیصلے کر رہے ہیں۔ مسئلہ فلسطین انصاف اور ظلم کے درمیان ایک لکیر ہے۔ قائداعظم نے فرمایا تھا کہ ہم فلسطین کے حقِ خود ارادیت کے حامی ہیں۔ اسلامی تعاون کی تنظیم OIC کو اپنا فعال کردار ادا کرنا ہوگا۔ پاکستان کو عالمی سطح پر مسئلہ فلسطین کو اُجاگر کرنا ہوگا۔ خارجہ پالیسی کو مزید مؤثر کیا جائے۔ فلسطین کے معصوم بچے، زخمی بزرگ اور شہیدوں کی میتیں ہمیں یاد دلا رہی ہیں کہ خاموش رہنا کتنا بڑا جرم ہے۔ ظلم کے خلاف دنیا کو متحد ہونا ہوگا۔

☆ آج ہم ایک ایسے نازک اور حساس دور سے گزر رہے ہیں جہاں عالمی امن، انسانی وقار اور انصاف کے اُصول شدید آزمائش سے دوچار ہیں۔ دنیا کے نقشے پر سب سے دلخراش منظر اس وقت فلسطین کی سرزمین پر دکھائی دیتا ہے جہاں معصوم بچے، بے گناہ خواتین اور نہتے شہری ظلم و بربرّیت کا شکار ہیں۔ روزنامہ الجزیرہ کی رپورٹ (اکتوبر 2025ء) کے مطابق پچھلے ایک سال میں غزہ میں ہونے والی کاروائیوں کے نتیجے میں بچوں کی اموات 70 فیصد (تقریباً 20000) تک بڑھ چکی ہیں۔ اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے اپنے حالیہ بیان میں کہا ہے کہ غزہ بچوں کا قبرستان بن چکا ہے جو انسانیت کے لیے ایک بہت بڑا امتحان ہے۔ رسول کریمؐ نے فرمایا: ''جو شخص کسی ظلم کو دیکھے اور اس کے خلاف آواز نہ اُٹھائے وہ اس ظلم میں برابر کا شریک ہے۔'' پاکستان کی خارجہ پالیسی ہمیشہ امن، برابری اور انصاف کے اُصولوں پر مبنی رہی ہے قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک پاکستان نے فلسطین کے مسئلے پر ہمیشہ ایک واضح اور باوقار مؤقف اختیار کیا ہے۔ شہید حکیم محمد سعید فرمایا کرتے تھے ''جب انسان طاقت کے بجائے اخلاق کو ترجیح دیتا ہے تو امن خود بخود قائم ہوجاتا ہے۔'' پاکستان کی خارجہ پالیسی کو اسی فلسفے پر مزید مضبوط کرنے کی ضرورت ہے، تا کہ ہم سفارت کاری کے میدان میں اخلاقی قیادت کا کردار ادا کرسکیں۔

☆ فلسطین کا مسئلہ ہمارے ایمان اور ہماری قومی تاریخ کا حصہ ہے۔ ہر پاکستانی بچہ یہی جان کر بڑا ہوتا ہے کہ فلسطین ایک غصب شدہ وطن ہے اور اسرائیل ایک قابض ریاست ہے۔ ایسے میں اگر کوئی حکومت عالمی دباؤ کے تحت فلسطینی حقِ خود ارادیت سے انکار کرے گی تو وہ عوامی اعتماد کھو بیٹھے گی۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ امن صرف جنگ بندی کا نام نہیں۔ امن اُس وقت ممکن ہوتا ہے جب انصاف

قائم ہو۔انصاف کے بغیر کوئی بھی معاہدہ وقتی ثابت ہو گا۔ فلسطینی عوام کو حقِ خود ارادیت دیے بغیر اور مقبوضہ علاقوں کو واپس کیے بغیر امن قائم نہیں ہوسکتا۔ ہمیں فلسطینی عوام کے ساتھ نہ صرف ہمدردی، بلکہ عملی سفارتی وانسانی تعاون کو بڑھانا ہوگا۔

☆ پاکستان اسلام کے نام پر بنا ہےاور یہ ایک اسلامی فلاحی ریاست ہے۔ہم فلسطین کے مسئلے پر جن قوتوں سے عالمی امن کی اُمید لگائے بیٹھے ہیں یہ سب ان کا ہی کیا دھرا ہے۔اہلِ مغرب کے منافقین جو آج تک دنیا کو حقوقِ انسانی ،حقوقِ اطفال، حقوقِ حیوانات اور جنگلی حیات کا درس دیتے رہے ہیں یہ سب مظالم ان کی نظروں کے سامنے ہیں، لیکن اہلِ غزہ ان تمام حقوق سے محروم ہے۔اقوامِ متحدہ یا دیگر عالمی ادارے یا تو بے بس ہیں یا حقائق سے جان بوجھ کر آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں ۔انسانیت کا عالمی ضمیر مر چکا ہے۔ عالمی سطح پر ہمارا کوئی نمائندہ نہیں ہے جو مسلم ممالک کی نمائندگی کر سکے۔جنگ بندی کے باوجود بھی خون ریزی جاری ہے یہ مسلمِ اُمہّ کے لیے لمحۂ فکریہ ہے کہ مسلم حکومتوں اور حکمرانوں کو ایک دوسرے کو ملامت کرنے کی بجائے اہلِ فلسطین کے لیے عملی اور ٹھوس اقدامات کریں۔

☆ جنگِ عظیم دوم کے بعد لیگ آف نیشنز اقوامِ متحدہ میں تبدیل ہوگئی، لیکن 5 ممالک کو ویٹو پاور دینے سے اس کے تمام اختیار سلب ہو گئے۔آج اہلِ دانش یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ امریکہ کو UNO سے باہر نکالو اور UNO کو امریکہ یعنی نیویارک سے باہر نکالو تو شاید دنیا میں امن قائم ہونے کی اُمید ہو جائے۔ اسرائیل امریکہ کی گود میں پلی ہوئی ناجائز ریاست ہے۔اسلامی ممالک جن میں ایران، عراق، شام، افغانستان،کویت،مصر،لبنان،یمن اور دیگر اسلامی ممالک کی تباہی صرف اسرائیل کو بچانے کے لیے کی گئی ہے،لیکن مسلمان دو ارب کی تعداد میں ہونے کے باوجود خاموش ہیں اور نہ ہی UNO کی طرف سے کوئی مؤثر احتجاج ہوا ہے۔سوڈان میں لاکھوں افراد خانۂ جنگی میں ہلاک ہو چکے ہیں،لیکن ان کا کوئی سدِ باب نہیں ہوا۔

☆ دنیا میں تین بڑی مساجد ہیں جن کے لیے آپ ثواب کی نیت سے سفر کر سکتے ہیں ۔مسجد الحرام، مسجد نبوی اور بیت المقدس۔مسلمِ اُمہّ کے لیے لمحۂ فکریہ ہے کہ مسجدِ اقصیٰ جو انبیاء کی سرزمین میں ہے ہم اس مسجد کی حفاظت نہ کر سکے اور یہودیوں سے اُمید لگائے بیٹھے ہیں کہ وہ امن لائیں گے ۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے فرمایا تھا'' فلسطین کے عوام کے ساتھ ہمارا تعلق محض مذہبی نہیں، بلکہ انسانی اور اخلاقی بنیادوں پر بھی ہے''اس نظریے کے تسلسل میں پاکستان نے ہمیشہ فلسطینی عوام کی آزادی، خودارادیت اور عالمی انصاف کے حق میں آواز بلند کی۔اقوامِ متحدہ، او آئی سی اور دیگر عالمی فورمز پر پاکستان کا مؤقف ہمیشہ مظلوموں کے ساتھ رہا ہے ۔ یہ وقت ہے کہ اُمتِ مسلمہ اپنے داخلی اختلافات بھلا کر ایک مشترکہ لائحہ عمل اپنائے اور حقیقت کا اظہار کرے ، ہر مظلوم ملک کا ساتھ دے اور مقدس مقامات کی حفاظت کو یقینی بنائے یہی ہماری بقاء کا ضامن بنے گا۔

محترم اسپیکر نے ارکانِ شوریٰ کے نہایت ہی مدلّل دلائل سننے کے بعد موضوع کا احاطہ کرتے ہوئے کہا کہ فلسطین کے لیے اسلامی ممالک خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں، جبکہ UNO میں بھی یہودیوں کو حمایت حاصل ہے ۔امریکہ کی حمایت کی وجہ سے اسرائیل فلسطینیوں پر اور بھارت نہتے کشمیریوں پر ظلم ڈھا رہا ہے ۔مسلمِ اُمہّ کو چاہیے کہ وہ ٹیکنالوجی میں آگے بڑھے اور مقابلہ کرے۔ ہماری طاقت ہمارے وسائل میں نہیں ، ہمارے اتحاد میں ہے ۔اگر ہم من حیث القوم فلسطین کی حمایت کے لیے بیداری کا ثبوت دیں اور اپنا اپنا فرض حکومتی اور عوامی سطح پر ادا کریں تو غزہ سمیت تمام متاثرہ اسلامی ممالک میں جاری جنگ کا نقشہ بدل جائے گا۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلمِ اُمہّ کا آپس میں اتحاد و باہمی یگانگت پیدا ہو جائے۔آمین

اجلاس کے اختتام پر ممتاز صحافی و رکن ہمدرد شوریٰ محترم طارق وارثی ،رکن ہمدرد شوریٰ محترم ڈاکٹر افضل بابر، ممتاز پارلیمینٹیرین عرفان صدیقی اور معروف ماہرِ تعلیم، دانشور اور انسانی حقوق کی علمبردار ڈاکٹر عارفہ سیّدہ زہرہ اور غزہ کے شہداء کے ایصالِ ثواب اور بلندئ درجات کے لیے خصوصی دعا کی گئی۔

ہمدرد شوریٰ (لاہور) اجلاس

ہمدرد شوریٰ (لاہور) کے اجلاس محترم پروفیسر ڈاکٹر میاں محمد اکرم، محترمہ خالدہ جمیل چوہدری، محترم پروفیسر ڈاکٹر شفیق جالندھری، محترم پروفیسر ڈاکٹر مجاہد منصوری، محترم پروفیسر خالد محمد عطا، محترم کاشف ادیب جاویدانی، محترم پروفیسر نصیر اے چوہدری، محترم رانا امیر احمد خان ایڈووکیٹ جبکہ مبصرین میں محترمہ ڈاکٹر پروین خان، محترم محمد نصیر الحق ہاشمی، محترم میجر ریٹائرڈ خالد نصیر ہاشمی، محترم راشد حجازی، محترم ایم آر شاہد، محترمہ آمنہ پروین، محترمہ خالدہ ناز ، محترم انجینئر محمد آصف، محترم مرغوب احمد ہمدانی نے شرکت کی۔بطور مہمان مقرر محترم کاشف منظور (معروف دانشور ڈائریکٹر جنرل پنجاب پبلک لائبریریز) کو مدعو کیا گیا۔

معروف دانشور ڈائریکٹر جنرل پنجاب پبلک لائبریریز جناب کاشف منظور نے موضوع کی مناسبت سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہمدرد شوری نے جس اہم موضوع پر اجلاس رکھا ، وہ چار موضوعات کو یکجا کر کے، ایک موضوع بنایا گیا جس نے بھی یہ موضوع

تجویز کیا، وہ انتہائی زیرک ہے۔کاشف منظور نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ دنیا کی کم و بیش 8 ارب سے زیادہ آبادی ہے،لیکن زمانہ قدیم سے ہی انسان کی جنگ کی پیاس ابھی تک نہیں بجھی ،ٹیکنالوجی کی ترقی نے دنیا کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے۔جس کے پاس ٹیکنالوجی ہے ، وہ آج ساری دنیا کو تباہ کرنے کے درپے پر ہے۔گزشتہ دنوں اسرائیل کے وزیراعظم نیتن یاہو کا یہ بیان کہ دنیا میں جس کے ہاتھ میں موبائل ہے،اس کے ہاتھ میں اسرائیل کا ٹکڑا ہے، یعنی وہ ہرصورت اسرائیل کے نشانے پر ہے،سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نیتن یاہو کے اس بیان کے بعد دنیا میں سے کتنے لوگ ہیں جنہوں نے موبائل کا استعمال چھوڑ دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فلسطین میں امن معاہدہ کے باوجود بھی اسرائیل کے حملے بدستور جاری ہیں۔ پاکستان نے ہمیشہ عالمی امن کے لیے کردار ادا کیا ہے، فلسطین میں جنگ بندی کے لیے امن معاہدے کے کردار میں پاکستان کی کاوشوں کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔مئی میں چار روزہ پاک بھارت جنگ کے بعد سے پاکستان اپنی بہترین خارجہ پالیسی کی بدولت دنیا بھر میں سربلند ہوا،موجودہ حالات میں پاکستان کی اختیار کردہ پالیسی کو بہترین قرار دیا جاسکتا ہے۔ ایک ایسے وقت میں جب پاکستان کی مشرقی اور مغربی سرحدوں کو سنگین حالات کا سامنا ہے۔ایسے میں دنیا کے امن کے لیے پاکستان کے کردار کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔آج دنیا میں طاقتور کے سوچنے کا ایک اپنا انداز ہے۔ چین نے خاموشی کے ساتھ خود کو بڑی تیزی سے منوالیا ہے، ابھی حال ہی میں امریکہ اور چین کے جو مذاکرات ہوئے ، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بظاہر جو بیانات دیے جاتے ہیں، اس کے برعکس پس پردہ مذاکرات کچھ اور ہو رہے ہوتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ فلسطین امن معاہدے میں پاکستان کے کردار کو ساری دنیا میں پذیرائی مل رہی ہے۔خود فلسطینی جشن منا رہے ہیں، یہ بات درست ہے کہ اس معاہدے کی حقیقت میں کوئی وقعت نہیں، اسرائیل کے حملے بدستور جاری ہیں ،لیکن آپ یہ دیکھیں جنہیں کھانے کو نہیں مل رہا تھا، جن کے اوپر بارود برس رہا تھا، نیچے وہ بھوک پیاس سے بلک رہے تھے۔ علاج معالجے کی کوئی سہولت انہیں دستیاب نہیں تھی، آج اسی معاہدے کی بدولت فلسطینیوں کو کم از کم یہ سہولتیں تو دستیاب ہیں، وہاں بحالی کا کام تو شروع ہو چکا ہے، ان حالات میں دیکھا جائے تو پاکستان نے فلسطین امن معاہدے میں بہترین کردار ادا کیا، پاکستان کے اس کردار کو دنیا بھر میں تحسین بھری نگاہوں سے دیکھا جا رہا ہے۔ پاکستان نے حالیہ پاک بھارت جنگ میں اپنی ٹیکنالوجی کا بہترین استعمال کر کے جو برتری حاصل کی، اسے دنیا بھر میں سراہا جا رہا ہے۔ آج پاکستان نے خارجہ پالیسی کے میدان میں بہت سی کامیابیاں حاصل کی ہیں لیکن داخلی معاملات میں ہمیں بہت سے چیلنجوں کا سامنا ہے۔جس میں مہنگائی سرفہرست ہے۔ ملک میں 40 سے 50 فیصد افراد مہنگائی سے براہ راست متاثر ہو رہے ہیں۔ کاشف منظور کا کہنا تھا کہ دنیا میں امن قائم کرنے کے لیے انصاف ہونا بہت ضروری ہے، دنیا میں انصاف کی حکمرانی ہوگی تو ہی عالمی امن کا حصول ممکن ہوگا۔ایک ایسے وقت میں جب اقوام متحدہ جیسا ادارہ دباؤ کا شکار ہے، ہمدرد شوریٰ کی جانب سے اس اہم ترین عالمی موضوع پر مذاکرے کا اہتمام کرنے پر اراکین ہمدرد شوریٰ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ میں علامہ اقبال کے ان اشعار پر اختتام کرتا ہوں۔

کہتا تھا عزازیل خداوند جہاں سے
جاں لاغر و تن فربہ و ملبوس بدن زیب
پرکالہ آتش ہوئی آدم کی کف خاک
دل نزع کی حالت میں ،خرد پختہ و چالاک
ناپاک جسے کہتی تھی مشرق کی شریعت
تجھ کو نہیں معلوم کہ حورانِ بہشتی
مغرب کے فقیہوں کا یہ فتویٰ ہے کہ ہے پاک
ویرانیٔ جنت کے تصور سے ہیں غمناک
جمہور کے ابلیس ہیں اربابِ سیاست
باقی نہیں اب میری ضرورت تہِ افلاک

پاکستان کی خارجہ پالیسی اس حوالے سے بڑی اہم ہے کہ کل تک دنیا ہمیں ایک دہشت گرد ریاست کے طور پر جانتی تھی، آج اللہ کا شکر ہے کہ یہ داغ ہمارے اوپر سے دھل گیا ہے۔ پاکستان کے قیام کے فوراً بعد جب بھارت نے کشمیر میں اپنی فوجیں داخل کیں۔ اس وقت ہم نے کشمیر کے حصول کے لیے جہاد شروع کیا ہوا تھا اور کشمیر کا ایک بڑا حصہ حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے تھے، قریب تھا کہ ہم مکمل کشمیر حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے کہ ایسے میں بھارت نے سلامتی کونسل میں جنگ بندی کی اپیل کر دی، یہ سلامتی کونسل میں اس کے قیام کے بعد، امن کی پہلی اپیل تھی جسے پاکستان نے ایک ایسے وقت میں تسلیم کیا جب پاکستان کشمیر حاصل کرنے کے قریب تھا ، یہ وہی کشمیر ہے جسے قائدِاعظم نے پاکستان کی شہ رگ قرار دیا تھا، لیکن پاکستان نے سلامتی کونسل کی یہ اپیل اس وقت تسلیم کہ جب ہم فتح کے بالکل قریب تھے اور اس وقت تسلیم کی جب پاکستان پورے کا پورا کشمیر حاصل کرسکتا تھا۔ یہ اپیل تسلیم کرنے کا خمیازہ ہم آج تک بھگت رہے ہیں، لیکن پاکستان نے اس وقت یہ اپیل تسلیم کر کے دنیا میں امن قائم کرنے کی ایک مثال قائم کی۔ پروفیسر

ڈاکٹر مجاہد منصوری کا کہنا تھا کہ پاکستان نے عالمی امن کے لیے ہمیشہ پہل کی ہے۔ سرد جنگ کے حوالے سے دیکھ لیں، بالخصوص ہمسایہ ملکوں اور دنیا میں امن کے حوالے سے پاکستان کا کردار ہمیشہ منفرد رہا ہے۔

اراکین ہمدرد شوریٰ نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ علامہ اقبال نے جو فرمایا کہ

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مُصطفوی سے شرارِ بُولہبی

یہ حق و باطل کی جنگ دنیا میں ہمیشہ سے جاری ہے اور یہ تا قیامت جاری رہے گی ایک طرف حق ہے، چاہے کمزور ہو یا مضبوط۔ حق جو ہے وہ کھڑا رہے گا اور ابولہبی والا جو عنصر ہے وہ بھی ہمیشہ حق کو مٹانے کے لیے مصطفویوں کے مقابلے میں کمر بستہ رہے گا، لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ہمت بھی دیتا رہے گا۔ خاص طور پر فلسطین کے حوالے سے تو حضور پاک ﷺ نے فلسطین کے گرد و نواح میں رہنے والوں بالخصوص فلسطینیوں کے بارے میں فرمایا تھا اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کے اوپر مشکلات بھی آئیں گی، لیکن وہ ڈٹے رہیں گے اور ہم نے دیکھا کہ پوری دنیا ایک طرف ہے اور وہ چند سو یا چند ہزار لوگ جو مقابلے میں تھے وہ ایک طرف تھے اور آج جنگ بندی ہونے کے باوجود ان پر آزمائشیں جاری ہیں۔ لیکن ہمیں یہ بات پیشِ نظر رکھنی چاہیے کہ مشرقِ وسطیٰ صرف ایک خطہ نہیں ہے، بلکہ دنیا میں اس وقت توانائی کا مرکز اور منبع ہے۔ اس علاقے کا استحکام پوری دنیا کے لیے استحکام کے مترادف ہوگا اور یہاں اگر عدم استحکام ہوگا تو پھر دنیا میں بھی امن قائم نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ معیشت جو آج کے دور میں سب سے اہم ہے اس کا انحصار بڑی حد تک آج بھی پیٹرولیم مصنوعات پر ہے، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں تبدیلی تو آتی رہے گی، لیکن بہرحال یہ نکتہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ مشرقِ وسطیٰ میں امن قائم کیے بغیر دنیا میں عدم استحکام ہی رہے گا۔ دوسری بات فلسطین کے حوالے سے یہ ہے کہ آج دنیا میں کوئی بھی مسئلہ صرف ایک قوم یا ایک خطے کا مسئلہ نہیں ہے اب تو الحمدللہ اہم بات یہ ہے کہ دنیا کے انصاف پسند لوگوں میں ہم نے دیکھا کہ چاہے وہ مسلمان ہیں، کافر ہیں یا کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ فلسطین کے مسئلے پر دنیا بھر میں لوگ احتجاج کے لیے نکلے، انہوں نے آواز بلند کی، یہاں تک کہ امریکہ، برطانیہ، فرانس بلکہ خود اسرائیل سمیت دنیا کے مختلف خطوں میں درد دل رکھنے والے لوگ باہر نکلے۔ ہم انہیں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے ظلم کے خلاف آواز اُٹھائی، انہوں نے ماریں کھائیں، وہ یونی ورسٹیوں سے نکالے گئے، لیکن اس کے باوجود ان لوگوں نے ظلم کے خلاف آواز اُٹھائی، یہ بہت بڑی بات ہے۔

ایک اور اہم بات یہ ہے کہ انسانی تاریخ میں جدید ترین ٹیکنالوجی کی اتنی طویل جنگ اور نہتے لوگوں پر اس قدر بدترین ظلم بھی شاید کہیں نہیں ہوا۔ آپ دیکھیے یہ جنگ 1948ء سے عروج پر ہے۔ تھوڑے تھوڑے عرصے کے بعد اسرائیل پوری آب و تاب کے ساتھ حملے کرتا ہے۔ تو معزز اراکین ہمدرد شوریٰ یہ بات ذہن نشین رہے کہ جب تک دنیا میں انصاف قائم نہیں ہوگا عالمی امن قائم نہیں ہوسکتا۔ جہاں بے انصافی ہوگی ظلم ہوگا تو یہ کیفیت برقرار رہے گی۔ اس حوالے سے پوری دنیا کا بھی امتحان ہے کہ اگر فلسطین کو انصاف نہیں دے سکتے تو پھر انصاف کہاں پر ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک کے مسلمانوں کے ساتھ بے انصافی ہورہی ہے، ظلم ہورہا ہے جن میں کشمیری مسلمان بھی شامل ہیں، خاص طور پر فلسطینیوں کو اپنے ہی گھروں سے بے دخل کیا جارہا ہے اور اس کیفیت میں اقوام متحدہ سوالیہ نشان بن چکا ہے۔ کیا اقوام متحدہ صرف کہانیاں سننے اور سنانے کے لیے ہے۔ اقوام متحدہ صرف قرار دادیں منظور کرنے کے لیے ہے، ہونا تو یہ چاہیے کہ اقوام متحدہ اپنا بہترین کردار ادا کرتا، تاکہ دنیا میں یو این او کا جو ایک اعتماد ہے وہ قائم ہوتا۔

اجلاس میں پیش کردہ تجاویز درج ذیل ہیں:

☆ عالمی برادری انصاف، انسانی وقار اور حقوق کے تحفظ کے لیے متحد ہوکر موثر اقدامات کرے۔

☆ عالمِ اسلام کو ایک پلیٹ فارم پر متحد ہوکر امن اور انصاف کے قیام کے لیے مشترکہ حکمتِ عملی اپنانی ہوگی تاکہ ظلم و جبر کا خاتمہ ہو اور دنیا میں دیرپا امن قائم ہوسکے۔

☆ ہمارے اندرونی مسائل اتنے زیادہ ہیں کہ انہیں سنبھالنا مشکل ہو رہا ہے۔ ہمیں داخلی استحکام ہر صورت حاصل کرنا ہوگا۔ حکومت ملک میں سیاسی استحکام اور دہشت گردی پر قابو پانے کے لیے ہر ممکن اقدامات کررہی ہے، لیکن عوام کے تعاون کے بغیر یہ ممکن نہیں ہے۔

☆ دوسری طرف بھارت افغانستان کے راستے پاکستان کو عدم استحکام سے دوچار کررہا ہے، پاکستان میں دہشت گردی کی کارروائیوں میں بھارت براہ راست ملوث ہے۔ اس لیے عوام کو حکومت کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے۔ ایٹمی ٹیکنالوجی اچھی بات ہے حکومت کو بھی عوام اور اشرافیہ کے درمیان اعتماد بحال کرنے کے لیے اہم کردار ادا کرنا ہوگا۔

☆ فلسطینی قوم کو اس کا حق ملنا چاہیے ابھی جو امن معاہدہ ہوا ہے، اس کے باوجود اسرائیلی جارحیت بدستور جاری ہے۔ فلسطین میں امن معاہدے کے بعد بھی اسرائیلی حملوں میں تقریباً تین سو فلسطینی شہید ہو چکے ہیں، حالانکہ امریکہ سمیت دس ملک اس

معاہدے کے گارنٹر ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ وہ اس کا نوٹس لیں۔

☆ عالمِ اسلام کو اقوام متحدہ اور دیگر اداروں پر پریشر ڈالنا چاہیے اور اس کے ساتھ ساتھ جو مالی اور انسانی امداد بھی فراہم کرنی چاہیے۔ غزہ فلسطین کی صورتحال بہت دگرگوں ہے، ادویات نہیں ہیں اسپتال تباہ ہوگئے، بچوں کی تعلیم کے معاملات ہیں، پوری دنیا کے جو مخیّر حضرات ہیں، انہیں اب اپنا کردار ادا کرنا چاہیے کہ آگے بڑھیں اور فلسطینیوں کی مدد کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ میڈیا کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

☆ پاکستان کی خارجہ پالیسی میں ہم جو تھوڑا سا آگے بڑھیں ہیں، اب ہمیں فلسطین اور دیگر معاملات کے حوالے سے زیادہ اہم کردار ادا کرنا ہوگا تھوڑا سا آگے بڑھنا پڑے گا۔

اراکین ہمدرد شوریٰ یہ سمجھتے ہیں کہ اُمت مسلمہ کا جو فرض ہے، وہ اُمتِ مسلمہ نے پورا نہیں کیا۔ مسلمان ممالک کو چاہیے تھا کہ وہ متحد ہوتے، اس ظلم کے خلاف عملی اقدامات کرتے، لیکن اس کے برعکس مسلمان ممالک کی حدود فلسطین پر حملے کرنے اور دشمن پر حملوں کو روکنے کے لیے استعمال ہوتی رہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ تمام مسلم ممالک ایک مشترکہ موقف اپناتے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ ”اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں نہ پڑو۔“ اسی طرح سے دنیا کے بڑے ادارے، اقوام متحدہ، او آئی سی، عرب لیگ وغیرہ ان کی ذمے داری بنتی تھی، لیکن کسی نے اپنا کردار ادا نہیں کیا۔ اسرائیل فلسطین سے نکل کر دیگر قریبی ممالک پر حملے کر رہا ہے۔ اسرائیل کا پلان تو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ تک جانے کا ہے۔ اُمتِ مسلمہ کو اس کی فکر ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اُمتِ مسلمہ اپنا بہترین کردار ادا کرے اور ہمیں بھی اپنے اپنے حصے کی شمع جلانے کی اللہ پاک توفیق عطا فرمائے۔

ہمدرد شوریٰ پاکستان کے اجلاس، نومبر 2025ء موضوع بحث: ”عالمی امن، فلسطین کی جنگ بندی، پاکستان کی خارجہ پالیسی اور امتِ مسلمہ کا کردار“ پر تحریری طور پر موصول ہونے والی اراکینِ شوریٰ کی سفارشات اور تجاویز

انجینئر انوار ایچ صدیقی
(رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی)

دنیا اس وقت شدید سیاسی، معاشی اور انسانی بحرانوں سے گزر رہی ہے۔ عالمی امن خطرات سے دوچار ہے، فلسطین میں مسلسل جنگ اور انسانی تباہی نے عالمی ضمیر کو جھنجھوڑ رکھا ہے اور ایسے میں پاکستان کی خارجہ پالیسی اور اُمتِ مسلمہ کے مشترکہ کردار پر ایک بار پھر سوال اُٹھ رہے ہیں۔

ان بڑے مسائل کے باوجود اصل چیلنج یہ ہے کہ پاکستان اندرونی طور پر کس مقام پر کھڑا ہے۔ کسی بھی ملک کی عالمی کردار ادا کرنے کی صلاحیت اس کی داخلی مضبوطی سے جنم لیتی ہے، اور یہی وہ جگہ ہے جہاں سب سے زیادہ کمزوری محسوس ہوتی ہے۔

پاکستان میں سیاسی عدم استحکام، اداروں کے مابین بے اعتباری اور جمہوری عمل پر اثر انداز ہونے والی غیر شفافیت نے اجتماعی دانش کو متاثر کیا ہے۔ ایسی صورتحال میں نہ تو خارجہ پالیسی مستقل رہ سکتی ہے، نہ عالمی امن کے لیے کوئی ٹھوس قدم اُٹھایا جا سکتا ہے، نہ اُمتِ مسلمہ کی رہنمائی کا دعویٰ حقیقت بن سکتا ہے۔ فلسطین کے مسئلے پر پاکستان کی اخلاقی اور اُصولی حمایت قابلِ قدر ضرور ہے، لیکن عالمی سفارتکاری میں کردار اسی وقت مؤثر ہوتا ہے جب کسی ملک کا اندرونی نظام مضبوط، متحد اور شفاف ہو۔ بدقسمتی سے پاکستان کا داخلی ماحول یہ تاثر نہیں دیتا کہ ملک عالمی سطح پر قائدانہ کردار ادا کرنے کی پوزیشن میں ہے۔

عالمی امن، فلسطین کی جنگ بندی اور اُمتِ مسلمہ کے معاملات میں مؤثر کردار ادا کرنے کے لیے سب سے پہلے پاکستان کو اپنے اندرونی سیاسی استحکام، جمہوری بالادستی اور ادارہ جاتی ہم آہنگی کو بحال کرنا ہوگا۔ جب تک داخلی انتشار کم نہ ہو، ریاست کا وقار، فیصلہ سازی کی طاقت اور عالمی سطح پر اعتماد بحال نہیں ہوسکتا۔

دنیا تیزی سے بدل رہی ہے اور اُمتِ مسلمہ کو ایک مؤثر آواز کی ضرورت ہے۔ پاکستان اس کردار کا مستحق بن سکتا ہے، لیکن صرف اس صورت میں جب وہ اپنے داخلی نظام کو سنجیدگی سے بہتر بنائے، شفافیت کو فروغ دے اور قومی وحدت کو بنیادی ترجیح دے۔

سیاسی استحکام قائم کیا جائے تاکہ قومی فیصلے مستقل اور مؤثر انداز میں ہوسکیں۔

مبشر میر
(رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی)

دنیا اس وقت شدید بے یقینی، سیاسی انتشار اور انسانی بحرانوں سے گزر رہی ہے۔ فلسطین میں جاری مظالم اور مسلسل جنگ نے عالمی ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ عالمی امن کا تصور اس وقت تک ادھورا رہے گا جب تک انصاف، انسانی حرمت اور اقوامِ عالم کی برابری کو حقیقی معنوں میں تسلیم نہیں کیا جاتا۔ ایسے وقت میں پاکستان کی خارجہ پالیسی اور اُمتِ مسلمہ کے اجتماعی کردار پر نئے سوالات جنم لے رہے ہیں۔

لیکن ان عالمی مسائل سے ہٹ کر سب سے بنیادی سوال یہ ہے کہ کیا پاکستان داخلی طور پر اتنا مستحکم ہے

کہ عالمی سطح پر مؤثر کردار ادا کر سکے؟

پاکستان کا داخلی نظام طویل عرصے سے سیاسی تقسیم، ادارہ جاتی بے اعتمادی اور ایک ایسے ماڈل کی گرفت میں ہے جسے کئی دانشور آج بھی کالونیل ازم کے تسلسل سے تعبیر کرتے ہیں۔ تقسیم کرو اور حکومت کرو۔ یہی وہ فارمولا تھا جس نے ماضی میں قوموں کو کمزور کیا اور بدقسمتی سے آج بھی ہمارے سیاسی اور معاشی ڈھانچے پر اس کے اثرات نمایاں ہیں۔ جب ریاست کے اندر ناانصافی، عدم شفافیت اور طاقت کے غیر متوازن مراکز قائم ہو جائیں تو قومی یکسوئی متاثر ہوتی ہے اور ایسے ماحول میں نہ عالمی امن کے لیے کوئی مضبوط آواز اُٹھائی جا سکتی ہے اور نہ فلسطین جیسے اہم انسانی مسئلے پر کوئی فیصلہ کن کردار ممکن رہتا ہے۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی کے مؤثر ہونے کا انحصار اس بات پر ہے کہ کیا ملک اندرونی طور پر اتنا خود مختار ہے کہ عالمی طاقتوں کے دباؤ سے آزاد فیصلے کر سکے؟ جب فیصلے فون کالز پر ہوں، جب اہم قومی معاملات میں بیرونی اثرات دخل انداز ہوں تو یہ سوال مزید شدت اختیار کرتا ہے کہ پاکستان اپنی سفارت کاری میں آزادی اور وزن کیسے پیدا کرے۔

اس پس منظر میں قیادت کا کردار سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ ایک ایسی قیادت جو حب الوطنی، دیانت، سیاسی بصیرت اور قومی مفادات کے تحفظ پر یقین رکھتی ہو۔ وہی ملک کو صحیح سمت دے سکتی ہے۔ اگر قیادت عوام سے اُبھرے، عوام کی خواہشات کو سمجھے اور قومی مفاد کو مقدم رکھے تو وہ قوم کا مقدمہ دنیا کے سامنے اعتماد کے ساتھ پیش کر سکتی ہے، لیکن اگر قیادت کمزور، تقسیم شدہ یا بیرونی اثرات کی اسیر ہو جائے تو نہ داخلی نظام مضبوط رہتا ہے اور نہ عالمی سطح پر ملک کوئی مؤثر کردار ادا کر سکتا ہے۔

اُمتِ مسلمہ کو بھی اسی حقیقت کا سامنا ہے۔ آج مسلم دنیا سیاسی طور پر منتشر، معاشی طور پر ایک دوسرے سے کٹی ہوئی اور سفارتی سطح پر غیر متحد ہے۔ جب تک یہ تقسیم برقرار رہے گی، فلسطین میں انصاف کا حصول، عالمی امن کا قیام اور مشترکہ مؤقف اپنانا مشکل رہے گا۔ آخر کار سوال یہ نہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ اصل سوال یہ ہے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟

کیا پاکستان اندرونی طور پر اتنا متحد، مضبوط اور شفاف ہے کہ عالمی مسائل میں رہنمائی کا کردار ادا کر سکے؟

کیا اُمتِ مسلمہ اپنے اختلافات سے بالاتر ہو کر ایک منصفانہ عالمی نظام کی تشکیل میں عملی کردار ادا کرنے کو تیار ہے؟

اگر پاکستان داخلی طور پر سیاسی استحکام، ادارہ جاتی ہم آہنگی، قیادت کی شفافیت اور خارجہ پالیسی کی آزادی کو یقینی بنا لے تو وہ نہ صرف فلسطین کے مسئلے پر مؤثر آواز بن سکتا ہے، بلکہ عالمی امن اور اُمتِ مسلمہ کی رہنمائی میں بھی ایک اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

پاکستان کو عالمی سطح پر مؤثر کردار ادا کرنے کے لیے سب سے پہلے داخلی سیاسی استحکام قائم کرنا ہوگا۔

بریگیڈیئر (ر) طارق خلیل

پاکستان کے قیام کے وقت کا دور، پھر 70ء اور 80ء کی دہائیاں اور آج کی صورتحال۔ ہر دور میں ریاستی پالیسی اسی وقت کی زمینی حقیقتوں کے مطابق تشکیل پاتی رہی ہے۔ دہائیوں بعد ان پالیسیوں کا تجزیہ تو ممکن ہے، لیکن انہیں مکمل طور پر غلط قرار دینا درست نہیں، کیوں کہ وہ فیصلے اُس وقت کے حالات کے اندر کیے گئے تھے۔

فلسطین محض ایک سرزمین کا تنازع نہیں بلکہ عالمی طاقتوں کی کشمکش کی علامت ہے۔ اسرائیل کے تصورِ ''گریٹر اسرائیل'' کی تاریخی بنیاد بیرونی طاقتوں کی سرپرستی سے جڑی ہوئی ہے۔ بالفر ڈیکلریشن اس سلسلے کی اہم مثال ہے، جس نے ایک نئے جغرافیائی نقشے کی راہ ہموار کی۔

''کمیٹی آف 300''، جیسی رپورٹس عالمی طاقتوں کی وہ حکمتِ عملی واضح کرتی ہیں جن کے ذریعے رجیم چینج، تنازعات، پراکسی جنگیں اور ریاستی ڈھانچوں کی تشکیل و تنظیم جیسے اہداف حاصل کیے جاتے ہیں۔

استعمار خطے میں تقسیم کی پالیسیاں چھوڑ کر چلا گیا، مگر 75 سال بعد بھی داخلی انتشار اور فکری تقسیم برقرار ہے۔ دوسری طرف، بھارت نے ہندو نیشنلزم اور ''ہندوتوا'' کے تصور کے ذریعے اپنی قومی شناخت کو منظم کیا اور پوری قوم میں ایک مشترکہ نظریاتی سمت پیدا کی۔

اپنی جانب دیکھا جائے تو صورتِ حال مختلف ہے۔ مذہبی فرقہ واریت، مسلکی تقسیم اور عدمِ رواداری سماجی کمزوریوں کی بڑی علامات ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے رواداری کو بنیاد بنایا تھا، مگر انہی اُصولوں سے سب سے زیادہ دوری ہمارے معاشرے میں پائی جاتی ہے۔ مضبوط قومیں اپنی داخلی صفوں کو متحد کر کے ہی عالمی سطح پر مؤثر کردار ادا کر سکتی ہیں۔

تنقید پر انحصار مستقبل کی راہ متعین نہیں کر سکتا۔ داخلی صفوں کی مضبوطی، فکری وحدت اور عملی حکمتِ عملی وہ راستہ ہے جو قوموں کو مضبوط بناتا ہے۔ بیرونی قوتیں ہمیشہ اپنے مفاد کے مطابق فیصلے کرتی ہیں، اس لیے اپنی سمت کا تعین خود کرنا ہوگا۔

قومی اور بین الاقوامی چیلنجوں کا مقابلہ تب ممکن ہے جب واضح سفارشات، حقیقت پسندانہ سوچ اور مستقبل بینی کو ترجیح دی جائے۔ ☆